

# رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکاتیب

(۲)

سید جلال الدین عمری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت مشرق میں ساسانی یا ایرانی سلطنت تھی اور مغرب میں بازنطینی یا رومی سلطنت۔ یہ اس وقت کی سب سے بڑی اور سب سے طاقت ور سلطنتیں تھیں۔ معلوم دنیا کے وسیع علاقہ پر ان کی حکمرانی تھی، تہذیب و تمدن اور علم و فن میں بھی یہ دنیا کی قیادت کر رہی تھیں کسی بھی حکومت میں ان کی ہم سہری کی طاقت نہیں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مملکتوں کے سربراہوں کو خطوط لکھے اور اسلام کی دعوت دی۔

## ہرقل کے نام مکتوب گرامی

رومی سلطنت کے حکمراں ہرقل کے نام مکتوب گرامی روانہ کرنے سے پہلے اس کی اہمیت واضح فرمائی۔ ابن حبان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میرا یہ مکتوب قیصر (رومی بادشاہوں کا لقب) کے پاس جو شخص لے جائے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ مجلس میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا یہ ثواب قیصر اسلام نہ قبول کرے تو بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اگر وہ اسلام نہ قبول کرے تو بھی ملے گا۔

سہ ابن قیم: زاد المعاد تحقیق شیعہ الارنوط۔ عبد القادر الارنوط ۱/۱۲۱ حدیث میں وان لم یقبل کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے وان لم یقبل اس کے معنی ہیں چاہے سفیر ہرقل تک نہ پہنچے تب بھی جنت کا مستحق ہوگا۔ ایک روایت میں وان =

حدیث اور سیرت کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ اس مہم پر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ بھیجے گئے۔ انھیں حکم تھا کہ وہ گرامی نامہ بُصریؓ کے حاکم حارث بن ابوشمر غسانی کے حوالہ کر دیں تاکہ وہ اسے برقل تک پہنچا سکے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غسانی نے گرامی نامہ عدی بن حاتم کے ذریعہ برقل کے پاس بھیجا۔ عدی بن حاتم اس وقت نصرانیت پر قائم تھے اور مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ اور حضرت دحیہ کلبیؓ برقل کے پاس پہنچے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ایرانیوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کے بعد روم کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ انھوں نے ایران سے اپنے تمام مقبوضہ علاقے واپس لے لیے اور صلیبِ اعظم جسے ایرانی چھین کر لے گئے تھے انھیں واپس مل گئی تھی۔ برقل نے اس جنگ کے سلسلہ میں نذرمان رکھی تھی کہ وہ اس میں کامیاب ہو تو بیت المقدس پیدل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا۔ چنانچہ جس وقت محص میں اسے فتح کی خوش خبری ملی وہ نذر پوری کرنے کے لیے پوری شاہانہ شان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس طرح کہ راستہ میں اس کے لیے قالین کا فرش بچھایا جاتا تھا اور گلاب کی بارشیں ہوتی تھی۔ اس طرح اس نے بیت المقدس پہنچ کر اپنی نذر پوری کی اور نماز ادا کی۔

بیت المقدس کے اسی سفر کے دوران اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی

۲۔ لم یقتل کے الفاظ ملتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر سفیر کو اس مہم میں شہادت نصیب نہیں ہوتی اور وہ صحیح سالم خیریت سے واپس آجاتا ہے تو بھی اسے یہ ثواب ملے گا۔ ملاحظہ ہو۔ زرقانی علی المواہب: ۲/۳۳۵

۳۔ بُصریؓ، مدینہ اور شام کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔ فتح الباری: ۱/۲۸۔ بعض لوگوں نے اسے حوران کا صدر مقام (محافظ) بھی بتایا ہے۔ یہ شامی علاقہ کا پہلا شہر ہے جو بعد میں فتح ہوا۔ نووی: تہذیب الاسطر واللغات: ۱/۲۷۔ فتح الباری: ۱/۲۸

۴۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایران کی فوجوں نے کامیابی حاصل کرنی تو کسرلی نے (سیاسی اسباب کی بنا پر) اپنے امیر شہر براز کو قتل کر کے فرحان کو امیر بنانا چاہا۔ اس کا علم شہر براز کو کسی طرح ہو گیا تو وہ درپردہ برقل کے ساتھ مل گیا۔ اس کے بعد جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ فتح الباری: ۱/۲۵

۵۔ طبری: تاریخ الرسل والملوک ۲/۶۴۲

ملا۔ اس مکتوب اور اس پر اس کے رد عمل کا حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں کہیں اختصار کے ساتھ اور کہیں تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ یہاں صحیح بخاری اور طبری سے اس کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے بلکہ حسب ضرورت دوسرے ماخذ سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔ ابن ناظور شام کے نصاریٰ کا 'اُسْتَقْت' یعنی مذہبی رہ نما تھا۔ بیت المقدس اور فلسطین اسی کے ماتحت تھا اور ہر قتل سے قریبی تعلق رکھتا تھا، وہ اس سفر کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ہر قتل ایک روز بہت افسردہ اور پریشان دکھائی دے رہا تھا، دربار کے مذہبی رہ نماؤں اور بڑے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا۔ ابن ناظور کہتا ہے کہ ہر قتل علم نجوم کا ماہر تھا۔ کرات میں نے ستاروں کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والی قوم کی بادشاہت ظاہر ہو چکی ہے۔ (وہ میری سلطنت کا خاتمہ کر کے رکھ دے گی) درباریوں نے کہا کہ آپ کی مملکت میں صرف یہود ختنہ کرتے ہیں۔ وہ آپ کے زیر اقتدار اور ماتحت ہیں۔ آپ اپنے گورنروں کو ہدایت کر دیں کہ ان کے ماتحت یہود ہیں سب کی گردنیں اڑا دیں۔ اس فکر و تردد سے آپ کو نجات مل جائے گی۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ غسان کے بادشاہ (بھری کا حاکم) کا قاصد ایک شخص کو لے کر ہر قتل کے پاس پہنچا۔ روایت میں آتا ہے کہ اس زمانہ میں بادشاہ ایک دوسرے کو اہم خبریں پہنچو یا کرتے تھے۔ اس نے عرض کیا۔ جہاں پناہ! اس شخص کا تعلق عرب سے ہے جو بکریوں اور اونٹوں والے ہیں۔ یہ اپنے ملک میں پیش آنے والے ایک عجیب و غریب واقعہ کی خبر دے رہا ہے۔

ہر قتل نے ترجمان کی مدد سے اس شخص سے دریافت کیا کہ اس کے ملک میں کیا خاص بات پیش آئی ہے؟

سہ بخاری میں دو جگہ اس واقعہ کا نسبتاً تفصیل سے ذکر ہے کیف کان بدر الوحي۔ کتاب الجہاد، باب دعاء النبی الی الاسلام والنبوۃ الخ۔ طبری کے لیے ملاحظہ ہو۔ تاریخ الرسل والملوک ۶۲۲/۲ - ۶۵۱

سہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ کون شخص تھا؟ روایات میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی اس کا امکان ہے کہ اس سے عدی بن حاتم مراد ہوں، جن کے بارے میں آتا ہے کہ بھری کے حاکم کے انھیں وحید بن خلیفہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ فتح الباری: ۳۲/۱

اس کے جواب میں اس شخص نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کچھ لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ہے اور کچھ لوگوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کے درمیان کئی ایک مقامات پر جنگیں بھی ہوئیں۔ جب میں نے وطن چھوڑا ہے تو یہ صورت حال تھی (اس کے بعد کاحال مجھے نہیں معلوم ہے)

گفتگو ختم ہوئی تو ہرقل نے کہا کہ اس شخص کے کپڑے اتار دو جب کپڑے اتار گئے تو وہ منتون پایا گیا۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ یہ ہے وہ چیز جو میں نے دیکھی۔ وہ نہیں ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ یعنی میں نے ستاروں میں جس بادشاہت کو دیکھا ہے وہ عرب کی بادشاہت ہے۔ یہود کی بادشاہت نہیں ہے۔ طبری میں ہے کہ اس کے بعد اس نے اپنے معاون خاص کو حکم دیا کہ پورے شام میں تلاش کر کے کسی ایسے شخص کو لے آؤ جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے اس آدمی کے خاندان اور قبیلہ کا ہو۔

اس روایت سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی ہرقل کو نہیں ملا تھا لیکن بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے لاجاء قیصر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حين قرأه التمسوا لي ههنا احدًا من قومنا لاسألهم عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لانه اس کا مطلب یہ ہے کہ نامہ گرامی ملنے کے بعد ہرقل نے آپ سے قریبی تعلق رکھنے والے کسی فرد کی تلاش کا حکم دیا تھا۔

ویسے ان دونوں روایتوں میں کوئی خاص تضاد بھی نہیں محسوس ہوتا ہو سکتا ہے کہ ملک عثمان نے جن آدمی کو بھیجا ہو وہ اور آپ کے سفیر حضرت دحیہؓ دونوں ہی ایک ساتھ پہنچے ہوں۔ کسی راوی نے ایک کا ذکر کیا ہو اور کسی نے دوسرے کا۔

۱۔ تاریخ الرسل والملوک ۲/۶۲۷ ۲۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب دعاء السینی  
الی الاسلام والنبوة۔ اسی ذیل میں حضرت ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ جب ہماری گفتگو ختم ہوئی تو ہرقل نے اس شخص سے نام مبارک لے کر مجلس میں پڑھا جس کے حوالہ اس نے اسے کر رکھا تھا۔ بخاری، کیف کان بدر الوہی الخ ۳۔ اس امکان کو اس روایت سے تقویت ملتی ہے جو اوپر گزر چکی ہے کہ ملک عثمان نے عدی بن حاتم کو حضرت دحیہؓ کے ساتھ بھیجا تھا۔

رسول اکرم کے دعوتی مکتب

حضرت ابوسفیانؓ ان دنوں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام میں موجود تھے۔ ۵۹۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم قریش کے لوگ تجارت پیشہ تھے۔ لیکن جب قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جنگیں شروع ہو گئیں تو ہماری تجارت ختم ہو گئی۔ صلح حدیبیہ ہوئی تو پھر تجارت کا موقع ملا۔ چنانچہ میں نے قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ سامان تجارت لے کر شام کا سفر کیا۔ ہمارا قافلہ غزہ میں تھا کہ ہرقل کے کاوندے اچانک ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے سوال کیا کہ کیا آپ لوگ حجاز سے آرہے ہیں جہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ہم نے کہا۔ ہاں! انھوں نے کہا کہ بادشاہ نے آپ لوگوں کو طلب کیا ہے۔ آپ لوگ ہمارے ساتھ چلیں چنانچہ ہم لوگ ان کے ساتھ ہرقل کے دربار میں پہنچے۔ وہاں وہ اپنے درباریوں اور رومی اکابر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہم لوگوں سے اپنے مترجم کے ذریعہ پوچھا کہ تم میں سے کس کا اس نبی سے قریبی رشتہ ہے ہم نے کہا کہ میں اس کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ اس نے رشتہ کی وضاحت چاہی تو میں نے کہا وہ میرا 'ابن عم' (بچا زاد بھائی) ہے۔ اس نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور میرے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ میرے پیچھے بیٹھ جائیں۔ پھر اپنے مترجم سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس شخص سے اس آدمی کے بارے میں کچھ سوالات کروں گا جو نبی ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو اس کی تردید کر دیں۔

حضرت ابوسفیانؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کا سردار تھا۔ مجھے جھوٹ بولنے میں شرم

۱۰۔ حضرت ابوسفیانؓ اس سفر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مکہ کا کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں تھا جس نے اپنا سامان مجھے نہ دیا ہو۔ حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیانؓ کا یہ تجارتی قافلہ تیس افراد پر مشتمل تھا۔ بعض روایات میں ان کی تعداد تقریباً بیس بتائی گئی ہے۔ ان لوگوں میں حضرت مزینہ بن شداد کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت مزینہؓ دونوں کو دریافت حال کے لیے طلب کیا تھا۔ حافظ ابن ابی حجر فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ حضرت مزینہؓ اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ لہذا یہ کہا جانا

کہ وہ ہرقل کے دربار سے واپس ہو کر مدینہ پہنچے اور مسلمان ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۲۲/۱

۱۱۔ عبدمناف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوسفیانؓ کا رشتہ لگتا ہے۔

محموس ہوئی اگر میں جھوٹ بولنا تو گو اس وقت میرے ساتھی میری تردید نہ کرتے لیکن بعد میں میری غلط بیانی کا چرچا ہوتا۔ اس لیے میں نے اس کے سوالات کے صحیح جوابات دئے۔ (پہلے تو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور آپ کا مرتبہ اور مقام گھٹانے کی کوشش کی اور کہا کہ آپ انہیں کچھ زیادہ اہمیت نہ دیں۔ ان کا معاملہ اتنا بڑا اور اہم نہیں ہے جتنا کہ آپ نے سنا ہے۔ لیکن اس نے میری ان باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور کہا کہ جو سوالات کروں ان کا جواب دو۔ میں نے کہا بہت اچھا! سوال فرمائیے۔ اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

اس کا پہلا سوال تھا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اس کا خاندان اور حسب نسب کیسا ہے؟

میں نے کہا کہ وہ اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا نسب بے آمیز اور خالص ہے۔

اس نے دوسرا سوال کیا کہ کیا اس کے خاندان میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

میں نے نفی میں جواب دیا کہ کسی نے اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس نے پوچھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس دعویٰ سے پہلے تمہارے درمیان اسے یا اس کے باپ دادا کو سلطنت اور اقتدار حاصل رہا ہو اور تم نے وہ اقتدار ان سے چھین لیا ہو؟ میں نے کہا نہیں! اسے یا اس کے بزرگوں کو کوئی اقتدار حاصل نہیں تھا۔

اس نے سوال کیا کہ پہلے سے تمہیں اس کے بارے میں یہ تجربہ تو نہیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے؟

میں نے کہا۔ اس پر جھوٹ بولنے کا الزام کبھی نہیں لگایا گیا۔

اس کے بعد اس نے پوچھا کون لوگ اس کی بات مان رہے ہیں؟ سرداران قوم اس

کی اتباع کر رہے ہیں یا کمزور اور دھچکے افراد؟

میں نے کہا۔ استغفار اور مساکین اور نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کی اتباع کر رہے

ہیں۔ قوم کے سن رسیدہ اور اعلیٰ افراد میں سے کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

اس نے پوچھا کہ اس کی اتباع کرنے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

میں نے کہا وہ تو بڑی ہی ربے میں۔

اس کے بعد اس کا سوال تھا کہ جو لوگ اس کے دین کو قبول کرتے ہیں کیا وہ اسے ناپسند کر کے مرتد بھی ہو جاتے ہیں؟ ایک روایت میں سوال اس طرح ہے کہ اس کی اتباع کرنے والے اس سے محبت کرتے اور اس سے گہرا قلبی تعلق رکھتے ہیں یا اس سے متنفر ہو کر اسے چھوڑ دیتے ہیں؟

میں نے کہا کہ ابھی تک ایسا نہیں ہوا کہ اس کے کسی ساتھی نے اسے چھوڑ دیا ہو۔

ہرقل نے پوچھا کیا وہ وعدہ خلافی بھی کرتا ہے؟

حضرت ابو سفیان فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کے خلاف کچھ بولنے کا موقع صرف اسی ایک سوال کے ذیل میں مل سکا میں نے کہا کہ اس نے ابھی تک کوئی وعدہ خلافی نہیں کی ہے۔ البتہ اس وقت ہمارے اور اس کے درمیان ایک مدت تک کے لیے صلح ہوئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اس مدت میں کیا کرے گا۔ ہو سکتا ہے وعدہ خلافی کر گزرے۔ قسم خدا کی اس نے میری ان باتوں کی طرف کوئی توجیہ نہیں دی۔

اس نے سوال کیا کہ تمہارے اور اس کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان کا کیا نتیجہ رہا؟ میں نے کہا کبھی اس نے فتح حاصل کی اور کبھی ہم کامیاب رہے۔

اس نے آخری سوال کیا کہ وہ کن باتوں کی تعلیم دیتا ہے؟

میں نے کہا اس کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ واحد کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے (اور کرتے) آئے ہیں اسے چھوڑ دو۔ وہ نماز کا صدقہ اور انفاق کا سچائی اور راست بازی کا، عفت و عصمت کا اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے میری باتوں کو دہراتے ہوئے کہا کہ میں نے تم سے اس نبی کے حسب نسب کے بارے میں سوال کیا تو تم نے کہا کہ وہ تمہارے درمیان اعلیٰ نسب کا ہے۔ اللہ کے رسول اپنی قوم کے اعلیٰ خاندان میں مبعوث ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے خاندان میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟ تم نے کہا نہیں! اگر کسی نے اس سے پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے محض اس کی نقل اتاری ہے۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ اس کے خاندان میں کیا کوئی بادشاہ گزرا ہے جس سے تم نے اس کی بادشاہت چھین لی ہو۔ تم نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اگر

تمہارا جواب اثبات میں ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ آدمی اپنے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص لوگوں کے معاملات میں جھوٹ نہ بولے وہ اللہ کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے تم سے اس کی اتباع کرنے والوں کے بارے میں معلوم کیا تو تم نے بتایا کہ کم زور لوگ اس کی اتباع کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ معاشرہ کے کم زور لوگ ہی رسولوں کی اتباع کرتے ہیں۔ اس کے بعد تم سے میرا سوال تھا کہ وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تم نے بتایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں یہی حال ایمان کا ہے۔ (اس کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی ہے اور پھر ہر طرف پچا جاتی ہے) میں نے تم سے پوچھا کہ جو لوگ اس کے دین کو قبول کرتے ہیں ان میں سے کوئی اسے ناپسند کر کے مٹدھی بوجاتا ہے؟ تم نے کہا ایسا نہیں ہوتا۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایمان کا سرور جب دل میں داخل ہو جاتا ہے تو آدمی اس سے کبھی پھر نہیں سکتا میں نے تم سے پوچھا کہ وہ دھوکا دیتا ہے تم نے کہا نہیں یہ رسولوں کی صفت ہے کہ وہ کسی کو دھوکا نہیں دیتے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ وہ کن باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ تم نے بتایا اس کی تعلیم یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور بت پرستی کو چھوڑ دو۔ اسی طرح وہ نماز، نفاق، سچائی اور راست بازی، عفت و عصمت، وفائے عہد اور دیانت و امانت کا حکم دیتا ہے۔ (انبیاء کی تعلیم اسی نوعیت کی ہوتی ہے) میں نے تم سے اس کے اور تمہارے درمیان ہونے والی جنگوں کا حال پوچھا تو تم نے بتایا کہ نتیجہ کبھی اس کے حق میں ہوتا ہے اور کبھی تمہارے حق میں۔ رسولوں کا اسی طرح امتحان ہوتا ہے بالآخر فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچے نبی ہیں) میرا خیال تھا کہ ان کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ تمہارے درمیان ظاہر ہوگا۔ تم جو کچھ کہتے ہو اگر وہ صحیح ہے تو بہت جلد میرے قدموں کے نیچے کی اس زمین پر اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ اگر میں اس تک پہنچ سکتا تو مشقت برداشت کر کے اس تک پہنچتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پیر دھوتا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی طلب کیا جسے آپ نے حضرت دحیہ کے ذریعہ بھری کے حاکم کے پاس بھیجا یا تھا تاکہ وہ اسے ہرقل تک پہنچا دے۔ مکتوب گرامی یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

عبداللہ ورسولہ الی ہرقل  
 عظیم الروم سلام علی من اتبع  
 الهدیٰ اما بعد فانی ادعوك  
 بد عایة الاسلام اسلم تسلم  
 یؤتک اللہ اجرک مرتین فان  
 تولیت فان علیک اثم الارسیین  
 وَاٰیٰهَلْ الْکِیۡتِبِ لَعَلَّوْاۤ اِلَیۡ کَلِمَۃٍ  
 سَوَآءٍ مِّمَّیۡنَا وَبَیۡنَکُمُ الْاَلۡعَبۡدُ  
 اِلَّا اللّٰهُ وَلَا تُشۡرِکۡ بِہٖ شَیۡئًا  
 وَلَا یُحِیۡدُ لِعُضۡنَا لِعُضۡنَا اُرۡبَابًا مِّنْ  
 دُوۡنِ اللّٰهِ فَاَنۡ کُوۡلُوۡا فَمَقُوۡلُوا  
 اَشۡہَدُوۡا اِنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ۝۱۰

جو اللہ کے بندہ اور اس کے رسول  
 کی طرف سے، روم کی عظیم شخصیت  
 ہرقل کے نام، سلامتی ہے اس شخص  
 پر جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی اتباع کرے۔  
 اما بعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا  
 ہوں۔ اسلام قبول کرو۔ امن اور سلامتی  
 پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں (اہل کتاب  
 ہونے کی حیثیت سے) دو گنا اجر عطا  
 کرے گا۔ اگر تم اللہ کی ہدایت سے  
 انکار کرتے ہو تو تم پر (اپنے گناہ کے  
 علاوہ) ملک کے کاشتکاروں (رعایا)  
 کا بھی گناہ ہوگا۔ (اللہ کا ارشاد ہے)  
 اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسے کلمہ کی  
 طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان  
 مشترک ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی  
 کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی  
 کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی  
 کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنا لے۔  
 اگر اس دعوت کو قبول کرنے سے وہ  
 منہ موڑیں تو ان سے کہہ دو کہ گواہ رہو  
 ہم تو اسی کے اطاعت گزار ہیں۔

حضرت ابوسفیان فرماتے ہیں کہ ہرقل نے جب آپ کی نسبت ان خیالات کا اظہار  
 کیا اور نامہ گرامی پڑھ کر فارغ ہوا تو دربار میں شور و شغب شروع ہو گیا اور آوازیں بلند

۱۰ لہ بخاری حوالہ سابق مکتوب گرامی کے آخر میں حوالہ سورہ آل عمران کی آیت ۶۴ کا ہے۔

ہونے لگیں۔ (اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی) ہمیں دربار سے رخصت ہونے کا حکم دیا گیا۔  
 باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ کا معاملہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ روم کا بادشاہ  
 بھی آپ سے خوف کھا رہا ہے۔ میرے دل میں اسی وقت یہ بات بیٹھ گئی کہ آپ غالب ہو کر  
 رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی سادہ سنی  
 دربار کے لوگوں اور روم کے اکابر نے جس طرح ہرقل کی رائے کی مخالفت کی اس  
 کی تفصیل بخاری کی ایک اور روایت میں ملتی ہے۔

ہرقل نے روم کے پادری کو جو اس کا خاص آدمی تھا اور اس کی طرح صاحب علم  
 بھی تھا، اس سلسلہ میں خط لکھا۔ اس کے بعد وہ محض روانہ ہو گیا۔ وہ محض ہی میں تھا کہ روم

سے بخاری: کیفیت کان بد الوئی

حضرت ابوسفیانؓ اور ہرقل کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن  
 تھے وہ بھی آپ کے بے داغ کردار کی شہادت دینے پر مجبور تھے۔ آپ کے اعلان نبوت کے بعد ہی سے حضرت  
 ابوسفیانؓ آپ سے مسلسل لڑتے بلکہ آپ کے مخالفین کی قیادت کرتے رہے۔ بار بار جنگیں ہوئیں، لیکن اس کے  
 باوجود انھیں آپ کی سیرت میں کوئی خامی محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت ابوسفیانؓ تنہا نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ ہیں تیس افراد کا قافلہ تھا۔ قافلہ کا ہر فرد آپ کا  
 ہم وطن تھا۔ اس کے سامنے آپ کی پوری زندگی کھلی کتاب کی مانند تھی۔ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ  
 تو اس وقت اور نہ اس کے بعد ہمت کر سکا کہ آپ کے اخلاق و کردار پر انکلی اٹھا سکے۔ سب کے سب  
 خاموشی سے حضرت ابوسفیانؓ کے بیان کی تصدیق کر رہے تھے۔

ہرقل نے حضرت ابوسفیانؓ سے آپ کی تعلیم، سیرت و اخلاق، آپ کے ساتھیوں کی امتعات  
 اور دشمنوں کے ساتھ آپ کے رویہ کو معلوم کر کے آپ کے نبی برحق ہونے کی گواہی دی۔ اس سے  
 خیال ہوتا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ایک طوفان برپا ہو گیا ہوگا۔  
 انھوں نے محسوس کیا ہوگا کہ جس شخص سے ہم تقریباً بیس برس سے لڑ رہے ہیں، اسے ایک اجنبی شخص  
 جو بہت بڑی سلطنت کا فرماں روا ہے، اپنے دعویٰ میں سچا کہہ رہا ہے۔ اس شخص سے ہماری جنگ  
 صداقت سے جنگ ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی، ان میں سے کتنے ہی دلوں کی دنیا اسی وقت بدل  
 گئی ہوگی اور وہ اپنے رویہ پر نظر ثانی کے لیے مجبور ہو چکے ہوں گے۔

کے اس پادری کا جواب اسے ملا۔ اس میں اس نے ہر قتل کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا کہ جس نبی کی آمد کا انتظار تھا وہ یہی نبی میں۔ اس کے بعد ہر قتل نے روم کے تمام اکابر کو محل میں جمع کیا اور اس کے سب دروازے بند کرادیے۔ اس نے ان سے خطاب کیا کہ اے اہل روم! میں تمہیں رشد و فلاح کی بات بتانا چاہتا ہوں۔ اس سے تمہاری سلطنت بھی باقی رہ سکتی ہے۔ وہ یہ کہ اس نبی کی اتباع کرو۔ یہ سنتے ہی سب کے سب جنگلی گدھوں کی طرح بدک کر دروازوں کی طرف دوڑ پڑے۔ لیکن دروازے بند تھے۔ ہر قتل نے جب یہ کیفیت دیکھی اور اسے ان کے ایمان لانے کی توقع نہیں رہی تو اس نے دوبارہ ان کو جمع ہونے کا حکم دیا اور ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی بات صرف یہ دیکھنے کے لیے کہی تھی کہ تم اپنے دین پر کس حد تک ثابت قدم ہو۔ اب مجھے تمہاری استقامت پر اطمینان ہو گیا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور مسرت اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

طبری کی روایت میں اس کی کچھ اور تفصیل ملتی ہے۔ اس میں ہے کہ ہر قتل نے حضرت وحیدہ کو روم کے پادری، جس کا نام روایت میں ضغاطر بتایا گیا ہے، کے پاس بھیجا اور کہا کہ رومی مجھ سے زیادہ اس کی عظمت کے قائل ہیں اور اس کی بات کو اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت وحیدہ اس کے پاس پہنچے اور ہر قتل نے جو پیغام دیا تھا وہ یہی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اس کے سامنے پیش کی، ضغاطر نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم تم نے جس شخصیت کا ذکر کیا ہے وہ واقعتاً خدا کے رسول ہیں۔ ان کی صفات سے ہم واقف ہیں۔ ان کے نام تک کی صراحت ہماری کتابوں میں ہے۔ پھر وہ کمرہ میں گیا۔ اپنا سیاہ لباس اتارا، سفید کپڑے پہنے اور اپنا عصا لیے ہوئے کلیسا میں پہنچا جہاں رومی موجود تھے۔ وہاں اس نے اعلان کیا۔ اے اہل روم! میرے پاس احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔ بخاری حوالہ سابق۔ ابن سعد میں بھی یہ تفصیل موجود ہے البتہ روم کے پادری کا ذکر نہیں ہے۔ ہر قتل کے خطاب میں چند جملوں کا اضافہ ہے۔ وہ یہ کہ اے اہل روم! کیا تم چاہتے ہو کہ فلاح و رشد حاصل ہو، تمہاری سلطنت باقی رہے۔ عیسیٰ بن مریمؑ نکلے گا ہے اس پر عمل کرو۔ لوگوں نے اسے جاننا چاہا تو اس نے آپ کی اتباع کا ذکر کیا۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۵۹

کے پاس سے ایک خط آیا ہے۔ اس میں انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی ہے (مجھے ان کی صداقت پر یقین ہے) یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت 'اشہدان لا اله الا اللہ وان محمدا عبدا ورسوله' پڑھا اس نے جیسے ہی اپنے اسلام کا اعلان کیا علوم اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا۔

حضرت وحیہ ہرقل کے پاس دوبارہ پہنچے اور اسے اس کی اطلاع دی۔ اس نے کہا میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ اسلام قبول کرنے میں ہمیں اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ خدا کی قسم! بضفاط ان کے نزدیک مجھ سے زیادہ عظمت کا مالک تھا اور اس کی بات کا زیادہ اعتبار تھا۔

ایک اور روایت میں اس کی مزید کچھ تفصیل ملتی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ہرقل شام سے قسطنطنیہ روانگی کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی خبر اسے ملی۔ اس نے رومیوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے ایک بات سوچی ہے اسے تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں۔ اس پر غور کرو۔ لوگوں نے سوال کیا کہ وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہے۔ ان کا ذکر ہماری کتاب (انجیل مقدس) میں موجود ہے۔ اس میں (آنے والے رسول کے) جو اوصاف بیان ہوئے ہیں وہ بھی ہم ان کے اندر پاتے ہیں۔ آؤ ان کی اتباع کریں، تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں سلامت رہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عرب کے ماتحت ہو جائیں جب کہ ہم ایک وسیع سلطنت کے مالک ہیں، ہماری آبادی ان سے کہیں زیادہ ہے اور ہمارے پاس ان سے بہتر شہر ہیں۔ ہرقل نے کہا۔ اس سے تمہیں اتفاق نہیں ہے تو آؤ اسے ہر سال جزیہ دیں تاکہ مال دے کر اس سے جنگ سے بچے رہیں۔ ان لوگوں نے اس سے بھی اختلاف کیا اور کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عرب کے سامنے ذلیل اور چھوٹے بن کر رہیں اور وہ ہم سے خراج وصول کریں۔ جب کہ ہم تعداد میں ان سے بہت زیادہ ہیں۔ ہماری سلطنت اور حکومت زیادہ بڑی ہے اور ہمارے شہر زیادہ محفوظ ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس تجویز پر بھی عمل

نہیں کر سکتے۔ برقل نے کہا! اچھا تو آؤ اس سے صلح کر لیں۔ اس طرح کہ سو رہ (اس سے مراد فلسطین، اردن، دمشق وغیرہ جنوب کا علاقہ ہے) اس کے حوالہ کر دیں اور وہ شام سے تعرض نہ کرے۔ رومیوں نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ سو رہا ان کے حوالہ کیسے کیا جاسکتا ہے یہی تو شام کا شاداب علاقہ ہے۔

جب ان سب باتوں کو ماننے سے رومیوں نے انکار کر دیا تو اس نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ تم اپنے شہروں ہی میں رہ کر اس کے مقابلہ میں کامیاب رہو گے۔ پھر وہ سوار ہو کر روانہ ہوا جب درب پر پہنچا تو اس نے شام کی طرف رخ کر کے کہا اسے ارض شام تجھے الوداعی سلام کر رہا ہوں۔ یہاں سے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا بلکہ حدیث اور تاریخ کی یہ تفصیلات بتاتی ہیں کہ ہرقل کو اس بات کا یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس یقین کی بنیاد ایک تو اس کی مذہبی معلومات تھیں۔ وہ انجیل کی ان پیشین گوئیوں سے بخوبی واقف تھا جن میں ایک آخری بنی مکہ آمد کی خوش خبری دی گئی ہے۔ اس نبی کی جو اعلیٰ خصوصیات اور پاکیزہ صفات بیان ہوئی ہیں وہ سب آپ کی ذات پر پوری طرح منطبق ہو رہی ہیں۔ (موجودہ عیسائی دنیا نے ان پیشین گوئیوں کو تاویل کی خراپ چیر چڑھا رکھا ہے)

روایات میں علم نجوم سے اس کی واقفیت کا بھی ذکر ہے۔ یہاں اس بات سے بحث نہیں ہے کہ اس علم کی حیثیت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا بھی جاسکتا ہے یا نہیں؟ کہنا صرف اس قدر ہے کہ اس نے اپنے اس علم کی روشنی میں اس خیال کا اظہار کیا کہ آپ کے دور اقتدار کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ چیز اس کے لیے پریشانی کا باعث بھی تھی۔ حضرت ابوسفیانؓ سے اس کی گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ وہ بیغمبروں کی سیرت، دعوت اور اس کے انقلاب انگیز نتائج سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس گفتگو کے بعد اسے آپ کی رسالت پر مزید اطمینان ہو گیا۔ گو کہ اس کے دو ایک جملوں سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اسے اس بات کا پورا یقین نہیں تھا کہ آپ ہی رسول موعود ہیں لیکن اس میں اس بات کا امکان ہے کہ اس نے اپنے یقین کا کھل کر اظہار سیاسی مصلحت کے تحت نہ کیا ہو۔

یہ اس کا ایک انداز بیان بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس کی گفتگو کا پورا رخ ہی دوسرا ہے۔ اس نے آپ سے انتہائی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا، یہاں تک کہا کہ وہ سر اقدس کو بوسہ دینے اور پائے مبارک کو دھونے میں اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ گرامی نامہ پڑھتے ہوئے اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی۔ یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کہ دل اندر سے آپ کے رسول برحق ہونے کی گواہی دے رہا ہو۔

ہرقل نے روم کے مشہور شہر رومیہ کے مذہبی رہنما ضناطرؓ کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا اور اس کی رائے طلب کی تو اس نے اس کے خیال کی نہ صرف یہ کہ تائید کی بلکہ آگے بڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

اس نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ حضرت مسیحؑ کی تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے کا تقاضا کرتی ہیں۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اس نے یہ سمجھانے کی بھی کوشش کی کہ آپؐ کی مخالفت کامیاب نہ ہوگی، آپ کا دین غائب ہو کر رہے گا اور آپ کے ہاتھوں اس کی سلطنت زوال سے دو چار ہوگی۔ لیکن اس کی قوم نے اس کی ان باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔ اس نے جنگ سے بچنے کی متبادل صورتیں بھی پیش کیں لیکن قوم نے ان سب کو رد کر دیا تو اسے ان کی طرف سے ایسا ہی ہو گئی۔

سب سے اہم سوال خود ہرقل کے بارے میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایمان فی الواقع اس کے دل میں اتر گیا تھا؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ دل سے ایمان تو لے آیا تھا لیکن اس کے اظہار کی جرأت نہ کر سکا۔ ضناطر کے ساتھ اس کی قوم کے رویہ کو دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ قوم اسے برداشت نہ کر سکے گی، اس کی حکومت اس سے چھین جائے گی اور اسے اپنی زندگی ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

فتح الباری: ۲۸/۱ ۳۰۰ ضناطر کے نام کی صراحت بخاری میں نہیں ہے۔ اسے صاحب بردمیہ و کا نظیہ فی العلم کہا گیا ہے یعنی رومیہ میں اپنے ایک دوست کو خط لکھا جو خود بھی ہرقل کی طرح (عیسائیت کا) عالم تھا۔ اس سے خود ہرقل کے صاحب علم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ۳۰۰ اس طرح کی کئی روایات ملتی ہیں کہ ہرقل نے ایمان لانے میں اپنی سلطنت اور اپنی جان کے لیے خطرہ کا اظہار کیا تھا۔ فتح الباری: ۲۸/۱

رسول اکرم کے دعوتی مکاتیب

دوسری رائے یہ ہے کہ اس اطمینان کے باوجود کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، وہ آپ پر ایمان نہیں لایا۔ یہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط کے ذریعہ اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی اور کچھ دینار بھی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے (خط دیکھ کر) فرمایا کہ اللہ کے اس دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ وہ اسلام نہیں لایا بلکہ نصرانیت ہی پر قائم ہے۔ جو دینار اس نے بھیجے تھے وہ تقسیم فرما دئے۔

صلح حدیبیہ پر دو سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ شام میں غزوہ موتہ پیش آیا۔ اس میں ہرقل ایک لاکھ کالشر نے کرمسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں آگیا۔ مزید ایک لاکھ چوبیس دوسرے قبائل کی اس کے ساتھ جمع ہو گئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہی آپ کے رسول ہونے کا یقین تھا لیکن پھر بھی وہ کفر کی روش پر قائم رہا۔ اسلام اگر صحیح معنی میں دل میں جاگزیں ہو جائے تو آدمی دنیا و مافیہا کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس سے بڑی دولت اور کوئی نہیں ہوتی۔ اگر کسی وقتی مجبوری کی بنا پر وہ اس کا اظہار نہ بھی کر سکے تو یہ بالکل ناممکن ہے کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہو جائے۔

لے زاد المعاد: ۱۲۱/۱۔ مزید روایت کے لیے ملاحظہ ہو۔ فتح الباری: ۲۸/۱

لے ابن ہشام: ہیرت ۲۲۹/۳۔ ۲۳۰

## مشترک خاندانی نظام اور اسلام

ازمولانا سلطان احمد اصلاحی

مشترک خاندانی نظام ہندوستان اور تیسری دنیا کے ملکوں کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس رسالہ میں اسلام کے مطلوبہ خاندانی نظام کے خدوخال، اس کے مستند آخذ کی روشنی میں دلائل کے ساتھ واضح کیے گئے ہیں۔

صفحات ۵۶ آفسٹ کی حسین طباعت۔ قیمت صرف ۶ روپے

ناشر: مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامیہ پان والی کوچھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ